© rasailojaraid.com

حقیقتِ تصوف

فقر و احسان یا رہبانیت و خانقاہیت

از

(جناب مولوی محمد قطب الدین احمد صاحب حیدرآباد دکن)

یہ مقالہ Academy of Islamic studies حیدرآباد دکن کی Cultural study circle کے دوسرے اجلاس میں ۲۹ مارچ ۵۲ء کو پڑھا گیا۔

زذوقِ ما نشود باخبر مذاقِ سقیم — درست ذائقہ داند مذاقِ شکرِ ما

توطیۂ مبحث اصطلاحات کے گورکھ دھندوں سے گذر کر جب ہم اسلامی تصوف کا ژرف نگاہی سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تعلیماتِ اسلامی میں اس کا مقام ایک مرکزی اہمیت کا حامل نظر آتا ہے۔ انسان کے جسم میں جو اہمیت قلب کو حاصل ہے کچھ اسی قسم کی مرکزیت تصوف کو اسلامی تعلیمات میں ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست رہے تو تمام اعضاء و جوارح اصلاح پذیر رہتے ہیں، اگر اس میں کوئی خرابی واقع ہوئی تو جسم کا پورا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت کا سبب نماز روزے کو نہیں بلکہ ان کی اعلیٰ قلبی کیفیت کو قرار دیا گیا ہے۔

مَا فَاقَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ وَلِھٰذَا ظَھَرَ مِنْ اَحْوَالِہٖ مَا لَمْ یَظْھَرْ مِنْ

ابوبکرؓ نے کثرت صلوٰۃ وصیام سے فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ یہ بلند رتبگی اس چیز کے سبب ملی جو ان کے قلب میں ڈال دی گئی ہے جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احوال غیرہ کے سبب سے ان کی ذات سے اپنے احوال

و امور کا صدور ہوا جو دوسروں سے نہ ہو سکا

تو سمجھا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو   رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

مسند احمد ابن حنبلؒ میں اخلاق کی ستودگی کی بابت حضورؐ کا فرمان ہے کہ انسان حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے، جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ حضورؐ سے کسی نے سوال کیا کہ دین کیا ہے اس کے جواب میں ارشاد ہوا، حسنِ اخلاق اور پسندیدہ خصائل۔ ترمذی کی ایک حدیث میں کامل الایمان اس کو قرار دیا گیا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں معجم طبرانی میں ایک روایت کے بموجب پاکیزہ اخلاق بندوں کو محبوبیتِ الٰہی کا درجہ عطا کیا گیا ہے الفاظ اس طرح پر ہیں: اللہ کے بندوں میں سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں قرآن میں تزکیۂ باطن اور تعلیم کتاب و حکمت کو نبوت کے اولین کاموں میں شمار کیا گیا ہے وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ تصوف کی اساسی تعلیم اسی اصلاحِ باطن سے متعلق ہے۔ ابو الحسن نوریؒ تصوف کی ان الفاظ میں توضیح کرتے ہیں: تصوف نہ رسوم ہیں نہ علوم، بلکہ وہ صرف اخلاقِ فاضلہ کا نام ہے، ابو علی قزوینیؒ مختصراً اس کی یوں تعریف کرتے ہیں

التصوف ھو الاخلاق الرضیہ   تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔

ابو محمد الجریری کا قول ہے کہ تصوف نیک خصلتوں سے خود کو آراستہ کرنا اور بری عادتوں سے قلب کا تخلیہ کرنا ہے۔ حضورؐ نے اپنی بعثت کا مقصد مکارمِ اخلاق کی تتمیم بیان فرمائی ہے، قرآن حکیم دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا انحصار تزکیۂ اخلاق کو قرار دیتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا قلب کے تخلیہ، تصفیہ، تجلیہ اور تحلیہ کی تمام تر کوششیں اسی کی صحت و سلامتی کو برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لئے جاری رہتی ہیں، کیوں کہ حیات عبارت ہے دلِ زندہ سے:-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے — کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

اس چیز کو پیش نظر رکھ کر جب ہم صوفیاء کے اشغال و اعمال پر نگاہ ڈالتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تمام تر مساعی اسی مرکز کے گرد گھوم رہی ہیں۔ ان حضرات نے قلب کی اصلاح کے مختلف ذرائع و تدابیر اختیار کیں اور وقت کے تقاضوں اور ہر شخص کے لئے اس کے ذوق و صلاحیت کا اندازہ کر کے، مختلف علاج تجویز کرتے رہے، ان گوناگوں طریقہ ہائے علاج کو کبھی اور کسی وقت اساسی حیثیت نہیں دی گئی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ باہم مختلف المزاج افراد کی اصلاح و درستگی کسی ایک ہی طریقہ پر نہیں کی گئی اور پھر یہ طریق علاج مختلف عہدوں اور ملکوں میں حالات، اور تمدن و معاشرت کے لحاظ سے بدلتے رہے کسی وقت اوراد و اشغال پر زور دیا گیا کسی عہد میں مراقبات و مجاہدات کی گرم بازاری رہی، اور کسی زمانہ میں عشق و سرمستی کی چاک دامانی و دل باختگی۔ ذہن انسانی کی اصل گمراہی یہی ہے کہ وہ اپنی کوتاہ اندیشی سے ذرائع کو مقاصد سمجھ بیٹھتی، اور اصل و نقل میں فرق و امتیاز کرنے سے قاصر رہتی ہے جیسا کہ عارف رومیؒ نے کہا ہے:-

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بود — زانکہ بر چندل گماں بردند عود

اس قصور فہم کا نتیجہ مختلف گمراہیوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوا کسی نے تصوف کو یونانی افکار و خیالات کا نتیجہ قرار دیا اور اشراقیت و رواقیت کے رنگین آبگینوں سے اسے دیکھنا شروع کیا کسی نے زرتشتیت اور سمنیت سے آلودہ دیکھا اور کسی نے برہمنیت اور ویدانتی فلسفوں کو اس پر اثر انداز پایا یہ ساری غلط اندیشیاں ان کے ظن و تخمین کی نقش آرائیاں تھیں اور یہ اپنے قلب و نظر کے عکس نگار میں خود اپنی ہی تصویریں دیکھ رہے تھے۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من — وز درون من نہ جست اسرار من

صوفی کا مادۂ اشتقاق

یہاں ہم بالاجمال تصوف کے مادۂ اشتقاق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس خصوص میں ارباب تحقیق کے اقوال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتنے مختلف اور باہم دگر متبائن ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے لئے ایک نئی راہ کا شیدائی نظر آتا ہے، کوئی اس کو اہل صفہ سے منسوب گردانتا ہے، کوئی تھیا سوفی سے ماخوذ بتلاتا ہے، کوئی لفظ صف سے، کوئی صفا سے، کوئی صفوت القفاد سے، اور کوئی صوف سے اس کو مشتق بتلاتا ہے لیکن جیسا کہ شیخ ہجویریؒ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی مقتضائے لغت کی طرف توجہ نہیں کی، لغتِ عرب کی رو سے اگر یہ لفظ ان مادوں سے بنتا تو اس کی شکل کچھ اور ہوتی۔

عام طور پر ارباب تصوف اس پر متفق ہیں کہ یہ لفظ صوف سے نکلا ہے جیسا کہ کتاب اللمع میں ابو نصر سراجؒ نے کہا ہے کہ "صوفیا اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے یہ اس لئے کہ بھیڑوں کی اون کے کپڑے پہننا انبیاء، اولیاء اور برگزیدہ ہستیوں کا ہمیشہ سے شعار رہا ہے، کہا یہ جاتا ہے کہ لفظ صوفی کا اطلاق سب سے قبل، دوسری صدی ہجری کے وسط میں، شیخ ابو ہاشم کوفیؒ کے لئے ہوا۔ نفحات الانس میں جامیؒ نے اپنی یہی تحقیقات پیش کی ہے "اول کسیکہ وے را صوفی خواندہ اند وے بود پیش از وے کسے را بایں نام نخواندہ بودند" لیکن بعض سندوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال پہلی صدی ہجری میں شروع ہو چکا تھا، امیر معاویہ نے گورنر مدینہ کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں لفظ صوفی کو کسی شعر میں بطور تمثیل استعمال کیا گیا تھا۔ امام قشیری نے اس لفظ کے آغاز کے متعلق اپنے رسالہ میں اس طرح تشریح کی ہے:۔

"رسول اللہ کے بعد برگزیدہ مسلمانوں کا صحابہ کے سوا اور کوئی لقب قرار نہیں دیا گیا، کیوں کہ شرفِ صحبت سے بڑھ کر اور کوئی شرف نہیں ہو سکتا تھا، پھر جن لوگوں نے صحابہ کی صحبت پائی، ان کو تابعین کہا گیا اس کے بعد لوگ تبع تابعین کے لقب سے پکارے گئے پھر لوگوں کے مختلف درجے ہوتے گئے اس لئے جن بزرگوں کی توجہ دین کی طرف زیادہ ہوئی ان کو زاہد و عابد کے لقب سے پکارا گیا لیکن جب بدعات کا ظہور ہوا اور مختلف فرقے پیدا ہوئے، تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر فریق نے یہ دعویٰ کیا کہ ان میں زہاد پائے جاتے ہیں اس لئے خواص اہل سنت صوفیاء کے نام سے ممتاز ہوتے اور دوسری صدی سے پہلے ان بزرگوں نے اس نام سے شہرت پائی۔"

تصوف کا سرچشمہ و ماخذ

فقر و شاہی وار دات مصطفےٰ است   این تجلیہائے ذات مصطفےٰ است

این دو قوت از وجود مومن است   این قیام و آں سجود مومن است

تصوف کا سرچشمہ و ماخذ اصلاً کتاب و سنت ہے قرآن کی متعدد آیات و نصوص سے صریحاً اس کا ثبوت ملتا ہے اور اگر اعتبارات و اشارات کو بھی کام میں لایا جائے تو کتاب الٰہی کا ایک زائد حصہ اس سے مملو نظر آئے گا حضور رسالت کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اگر غور کیا جائے، جو چشم بصیرت میں از سرتاپا اس کتاب مبین کی ایک جیتی جاگتی تفسیر تھی تو اس مرقع میں ہمیں فقر و احسان کے نمایاں خدوخال ہر محل پر دعوت فکر و نظر دیتے ہیں ذات رسالت تمام انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا کامل مجموعہ تھی، اور ہر وصف اپنے درجۂ کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ اب عالم انسانیت کو نمونہ و مثال کے لئے کسی دوسری طرف نظریں دوڑانے کی ضرورت نہیں رہی

دست قمر شگاف تو کرد آستیں نشیں   از انفعال معجزہ دست کلیم را

آپ دنیائے انسانیت اور تمام زمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور ہادی و پیشوا بنا کر مبعوث کئے گئے تھے اس لئے سیرت پاک میں ہر شخص اور ہر وقت کے لئے ایک جامعیت موجود ہے جس کی جیسی کچھ طلب و صلاحیت ہے، اور زمانہ جن باتوں کا متقاضی ہے، اس کو یہاں ہر چیز ضرورت کے مطابق پوری پوری مل جاتی ہے۔ حضور کا اسوۂ حسنہ ہر ایک کے آگے کتاب و سنت کی صورت میں بین الدفتین موجود ہے، جس وصف اور فن میں جو کوئی کمال حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی سب تشنگی اسی سرچشمہ سے دور ہو سکتی ہے اور جو کوئی کسی ایک وصف کے علاوہ دیگر اوصاف میں بھی اختصاص و کمال حاصل کرنا چاہتا ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بھی اسی درسگاہ سے سندِ فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ اس کارگاہِ عالم میں ذاتِ اقدس کی مثال ایک سراجِ منیر کی سی ہے، جس کے نور سے ہر گوشہ میں علم و عمل کی محفلیں ترتیب دی ہوئی ہیں۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ہر کجا می نگرنی انجمنے ساختراند

کہا جاتا ہے اور نہایت بے باکی سے، محل بے محل اس کا اظہار ہوتا رہتا ہے کہ اسلامی تصوف یونانی، عجمی اور ہندی خیالات و افکار کا رہین منت ہے تصوف کے خلاف اس قسم کی پہلی آواز جو اٹھی وہ مستشرقین یورپ مثل نکلسن، ڈوزی اور فان کریمر وغیرہ جیسے لوگوں کی طرف سے تھی، اہل اللہ کے اشغال و اعمال کی حقیقت کو یہ لوگ کیا جانیں، جن کی سرگذشت حیات تراشیدم، پرستیدم، شکستم کی مصداق اور ساری تگ و دو اس دوروزہ زندگی کی عیش کوشیوں اور کام جوئیوں میں بسر ہوتی ہے۔

در بہاراں زاد و مرگش در دی است پشہ کے داند کہ بستاں از کی است

یورپین اہلِ فکر کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اسلام کے متعلق ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جو سابقہ ادیان و ملل یا فلسفیانہ مکاتب خیال میں مشترک رہی ہوں جب ایسی کوئی چیز انھیں مل جاتی ہے تو وہ بلا توقف و تحقیق، فاتحانہ انداز میں اسلام کو ان کا خوشہ چیں اور مقلد قرار دینے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس معاملہ میں ذرا غور و فکر سے کام لیں تو صرف اس کے لئے اتنی دیدہ ریزی کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسلام کا از اول تا آخر یہ دعویٰ ہے کہ وہ کوئی نئی چیز دنیا کے سامنے پیش نہیں کر رہا ہے۔ اس کی تمام چیزیں از آدم تا ایں دم حیات وکائنات کی وہ چند بنیادی صداقتیں ہیں، جن کی تعلیم و تلقین تمام انبیا اور صاحبِ عزم ویقین ہستیاں دیتی چلی آئی ہیں۔ اسلام نام ہے ان ہی چند بنیادی صداقتوں کے مجموعہ کا جن کا مختلف عہدوں میں انبیاء کی طرف سے اعلان ہوتا رہا تصوف کے متعلق بھی مستشرقین کی خوش فہمیاں اسی نوعیت کی ہیں۔ مگر اب اس قسم کے خیالات کی خود ان ہی میں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض لوگوں نے تردید شروع کردی ہے چنانچہ لوئی میسی نون، دلبر فورس کلارک اور آربری کا رجحان اسی طرف ہے۔ ان میں سے مقدم الذکر، جو مستشرقین یورپ میں تصوف اسلام پر سب سے بڑا عالم مانا جاتا ہے بڑی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ تصوف کا ماخذ قرآن و حدیث ہے اور یہ تحریک خالصتاً اسلامی ہے۔ آربری نے بھی اپنی کتاب صوفزم (Sufism) میں یہی تحقیقات پیش کی ہے، ہمیں ان کے اعتراف و قبول سے نہ خوشی ہوتی ہے اور نہ رد و انکار سے دل تنگی، حقیقت اپنی جگہ ثابت اور اٹل ہے، خواہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے۔

اے آنکہ خوب مانشناسی ز زشتِ ما ‌ ‌ ‌ ‌ از رد و ہم قبولِ تو فارغ نشستہ ایم

ہم چاہیں تو اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ تصوف قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے، ان تمام تعلیماتِ اخلاق کو پیش کر سکتے ہیں، جن کا کتاب و سنت میں مختلف مقامات پر ذکر آیا ہے۔ فضائلِ اخلاق کی جتنی بھی تعلیم ہے ان کا تمام تر تعلق فقر و احسان یعنی تصوف ہی سے ہے۔ مقام و وقت کی تنگ دامانی اس امر کی متقاضی نہیں کہ ہم یہاں ایسی ان تمام آیتوں اور حدیثوں کا احصار کریں جو فضائلِ اخلاق پر مشتمل ہیں ہم دارشگان تفصیل و اطناب کو امام نووی کی کتاب ریاض الصالحین کی طرف رجوع کرتے ہیں جس میں تصوف کے مہماتِ مسائل سو سے زائد عنوانات کے تحت نصوصِ قرآنی اور احادیث رسول سے موثق و مستند کئے گئے ہیں۔

ایک سیدھی سادی بات، جس کا ادراک ایک معمولی فہم والا بھی بآسانی کر سکتا ہے، یہ ہے کہ اطاعت و انقیاد کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک اطاعت اس قسم کی ہے کہ بس حکم کی تعمیل کر دی جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ نہ صرف تعمیل کی جائے بلکہ اس امتثالِ امر میں پوری تندہی، دلچسپی اور حسن و خوبی کو کام میں لایا جائے، اور کوشش اس امر کی ہو کہ جو کچھ سرانجام پائے وہ قلب و دماغ کی پوری یکسوئی، جسم و جان کی کامل ہم آہنگی اور ذوق و نظر کی ساری دل آویزی کے ساتھ منازلِ تکمیل تک پہنچے اس اندازِ عبودیت کا نقشہ ایک حدیث میں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح کھینچا گیا ہے،

اُعْبُدْ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

اپنے رب کی بندگی اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو یہ سمجھ کہ اس کی نظر میں تجھ پر ہیں۔

بندگی وطاعت کی ایسی ہی صورت کو قرآن وحدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی سنوارنے اور حسن وخوبی پیدا کرنے کے ہیں، تصوف اپنی مختلف تدبیروں اور طریقوں سے بندگی وعبادت میں یہی والہانہ انداز پیدا کرنا چاہتا، اور مہجوری کی تلخیوں کو حضوری کی لذتوں سے بدلنا چاہتا ہے، تاکہ طاعت کسی نوع سے بھی ایک عمل کبیر یا بارِ گراں ہونے کے بجائے، ایک قلبِ خاشع کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی سکینت اور قلب کی طمانیت بن جاتی ہے، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔

پس طریقت چیست اے والا صفات
شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات

فاش می خواہی اگر اسرارِ دیں
جز بہ اعماقِ ضمیر خود مبیں

گر نہ بینی، دینِ تو مجبوری است
ایں چنیں دیں، از خدا مہجوری است

تصوف وطریقت کی اصل حیثیت کو سمجھنے کے بعد یہ کہنا کس قدر حقیقت فراموشی ہے کہ یہ دین وشریعت کے مغائر ومنافی ہے۔ جس طرح فقہائے ظاہر نے قرآن وحدیث سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ظاہر وقالب کے شرعی احکام مستنبط کئے ہیں، ایسے ہی فقہائے باطن، صوفیا نے قلب وباطن کے شرعی احکام کتاب وسنت سے مرتب ومدون کئے ہیں یہ دونوں شریعت ہی کے دو رخ ہیں۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد
برنگ اصحابِ صورت را، بہ بو اربابِ معنی را

مولانا تھانوی نے اپنے ایک رسالہ میں اس تعلق پر بڑی خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی ہے

"شریعت کے اندر جن اعمال کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ دو قسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہیں، بعض کا تعلق ظاہر بدن اور ظاہری چیزوں سے ہے جیسے کلمہ پڑھنا، نماز روزہ حج زکوٰۃ ماں باپ کی خدمت ان کو مامورات کہتے ہیں۔ اور کلمات کفر کہنا، شرک کے افعال کرنا، زنا، چوری، سود خواری، رشوت وغیرہ ان کو ممنوعات کہتے ہیں بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے جیسے ایمان و تصدیق، عقائد حقہ، صبر و شکر و توکل، رضا بقضا، تفویض و اخلاص، محبت خدا و رسول وغیرہ ان کو مامورات و فضائل کہتے ہیں۔ اور عقائد باطلہ، بے صبری، ناشکری، ریا و تکبر عجب وغیرہ یہ مناہی و رذائل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔"

"جس طرح قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ موجود ہے اسی طرح یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصبروا اور واشکروا للّٰہ بھی موجود ہے۔ اگر ایک مقام پر کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصیام اور للّٰہِ علی الناس حج البیت پاؤ گے۔ تو دوسرے مقام پر یحبھم و یحبونہ اور والذین اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہ بھی دیکھو گے، جہاں اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموکسالیٰ ہے اسی کے ساتھ یراؤن الناس بھی موجود ہے۔"

"اس بات سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ جس طرح اعمالِ ظاہرہ حکم خداوندی ہیں، اسی طرح اعمالِ باطنہ بھی حکم خداوندی ہیں کیا اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ امر کا صیغہ ہے اور اصبروا واشکروا امر کا صیغہ نہیں، کیا کتب علیکم الصیام سے روزہ کی مشروعیت اور مامور بہ ہونا ثابت ہے اور والذین اٰمنوا اشد حباللّٰہ سے محبت کا مامور بہ ہونا ثابت نہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا ظاہری اعمال سب ہی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں اور باطن کی صفائی مقصود موجب نجات اور اس کی کدورت موجب ہلاکت ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا — بے شک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا اور جس نے اس کو گندہ کیا ناکام رہا۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ — جس دن مال و اولاد کام نہ آئیں گے، مگر جو شخص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَتَی اللّٰہَ بِقَلبٍ سَلِیم — اللہ کے پاس سلامت قلب لے کر آیا

دیکھو پہلی آیت میں تزکیۂ باطن کو موجب فلاح اور دوسری میں سلامتی قلب کے بغیر مال و اولاد سب کو غیر نافع بتلایا ہے ایک جگہ خشوع فی الصلوٰۃ کو مومنوں کے لئے وسیلۂ نجاح و فلاح گردانا گیا ہے۔ قد افلح المومنون۔ الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون۔

"ایمان و عقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان ہی کی تکمیل کے لئے ہیں پس معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب کے یہی معنے ہیں کہ بدن کے اندر جو قلب ہے اگر وہ بنا تو سب کچھ ٹھیک ہے اور اگر وہ بگڑا تو سب چیزیں فساد پذیر ہو جاتی ہیں۔

عشق و محبّت

تصوف کے جس زاویہ سے بھی دیکھو اس کے ہر گوشہ میں عشق و محبت کی دنیائیں آباد نظر آتی ہیں یہ عشق ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں جو ایک مشتِ خاک کو محیرِ العقول کاموں پر ابھارتیں اور عقل مصلحت اندیش کے لئے سامانِ حیرت فراہم کرتی رہتی ہیں جب دل کی دنیا عشق سے جگمگا اٹھتی ہے تو کائنات کا ہر ذرہ جلووں سے معمور نظر آتا ہے، عشق وہ دروازہ ہے جس سے گذرے بغیر انسان، انسان نہیں ہو سکتا جس کے دل و جگر میں ٹیس اور آنکھوں میں نمی نہ ہو، اس کو معنی انسانیت سے کیا واسطہ! جو قلب لذت آشنائے درد نہ ہو وہ برف کی ایک قاش ہے جس کو پانی بنتے دیکھا گیا، مگر آگ میں جلتے ہوتے کبھی نظر نہ آئی، حالانکہ انسانیت کا مفہوم یک سر سوز و گداز ہے۔ جن کے دل محبتِ الٰہی سے سرشار رہتے ہیں، وہ راہِ خدا میں کانٹے کی ہر چبھن میں ایسی لذت حاصل کرتے ہیں جو کسی کو پھولوں کی سیج پر لوٹنے سے بھی نہیں ملتی اور عشق و شیفتگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ درد و اذیت کی ہر دکھن ان کی زندگی کا سرور اور دھڑکن بن جاتی ہے جس کے لئے وہ بصد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذوق ہمہ وقت آرزو مند رہتے ہیں۔

آنانکہ با حلاوت درد تو خو کنند زخمے بدل زنند و نمک آرزو کنند

عشق الٰہی کی اولین شرط یہ ہے کہ ماسوا سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ محبتِ الٰہی کا جذبہ جب انسان کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو فکر و عمل کا کوئی گوشہ اس سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عشق و محبت کی یہ تعلیم ہمیں قرآن ہی سے ملتی ہے۔ اہلِ ایمان کی تعریف "اشد حب" سے کی گئی ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ اور اس محبت کے لئے ایک آسان نسخہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب ہے اپنی زندگی کو اس کے رنگ میں رنگ لو تو اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق ہی نہیں بلکہ محبوب بھی بن جاؤ گے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ' اقبال نے کس قدر حقیقت میں ڈوب کر یہ اشعار کہے ہیں۔

محبت از نگاہش پایدار است سلوکش عشق و مستی را عیار است

مقامش عبدہٗ آمد و لیکن جہانِ شوق را پروردگار است

اتباعِ کتاب و سنت

استادانِ فرنگ کی قیاس آرائیوں کو وحیِ منزل سمجھ کر نام نہاد روشن خیال طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ تصوف کتاب و سنت سے ہٹی ہوئی ایک جداگانہ چیز ہے۔ حالانکہ حقیقتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ صوفیائے کتاب و سنت سے سر مو تجاوز کو گناہِ عظیم تصور کرتے تھے۔ اس منزل کی رسم و راہ کے شناسا سید الطائفہ جنید بغدادیؒ، جو سلکِ تصوف کے واسطۃ العقد، اور چمنستانِ معرفت کے گل سرسبد ہیں، راہِ طریقت کے حدود کا تعین اس طرح فرماتے ہیں۔ "ایں راہ کے یابد کہ کتاب بدست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفےٰؐ بدست چپ، و در روشنائی ایں ہر دو شمع می رود تا نہ در مغاک شبہت افتد و نہ در ظلمت بدعت۔" حضرت چراغ دہلیؒ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ مشربِ پیر حجت نمی شود، دلیل از کتاب و حدیث می باید۔ حضرت مخدوم جہانیاں کا ارشاد ہے کہ ایک ولی کے لئے ممکن ہے کہ وہ ہوا میں اڑے، پانی پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اس کے لئے زمین و آسمان کی طنابیں کھنچ جائیں لیکن وہ اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی گفتار، رفتار اور کردار میں رسول اللہ کا سچا پیرو نہ ہو۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کا قول ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ظاہراً۔ باطناً، قولاً فعلاً، اعتقاداً اور حالاً شریعت کا پابند نہیں ہے۔ حضرت گیسو دراز کا قول ہے کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کی باتوں کو شریعت کی میزان میں تولے، اگر اس کے مطابق ہو تو عمل کرے اور اگر کوئی بات بظاہر خلافِ شرع ہو تو اس پر غور و تامل کرے۔ شیخ سرہندی کس قطعیت کے ساتھ غیر اسلامی مجاہدات و ریاضات کی نفی فرماتے ہیں: ریاضات و مجاہدات کہ بجا ور از تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست کہ جوگیہ و براہمہ ہند و فلاسفہ یونان دریں امر مشارکت دارند، و آں ریاضات در حق ایشاں جز ضلالت نمی افزاید و بغیر خسارت راہ نمی نماید۔ اتباع کتاب و سنت میں حکیم سنائی کے یہ اشعار اربابِ تصوف کے دلی جذبات کی کیسی سچی ترجمانی کر رہے ہیں:۔

گرد قرآں گرد، زانکہ ہر کہ از قرآں گرفت   آں جہاں است از عقیدت ایں جہاں است از فتن

گرد نعل اسپ سلطانِ شریعت سرمہ کن   تا بود نورِ الٰہی با دو چشمت مقترن

شرہ در چشم سنائی تیر بادا چوں سناں   گر زمانے زندگی خواہد سنائی بے سنن

اربابِ صحو و تمکین سے قطع نظر، جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احکام شریعت کی تعمیل اور سنن و مستحبات کی پیروی میں بسر ہوتا تھا، اربابِ سکر و حال کے احترام شریعت کا اندازہ بھی اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جس کو شیخ محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں، بو علی قلندر پانی پتی کے تذکرہ میں سپردِ قلم کیا ہے "وقتے شوارب وے بغایت دراز شدہ بود ہیچ کس را مجال آں نبود کہ بوے امر بقص آنہا کند، مولانا ضیاء الدین سنامی کہ جوش شریعت در برداشت مقراض برگرفت و محاسن شریفش را در دست گرفتہ قص شوارب کرد گویند کہ بعد ازاں شیخ ہمیشہ محاسن خود را بوسیدے و گفتے کہ ایں در راہ شریعت محمدی گرفتہ شدہ است۔" یہ ان مجاذیب کی کیفیت تھی جو اپنے ہوش و خرد کا سرمایہ معشوقِ حقیقی کی نذر کر چکے تھے اور باایں سرمستی و بے خودی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی ڈاڑھی بھی صرف اس لئے چومتے رہتے تھے کہ وہ کسی وقت راہِ شریعت میں پکڑی گئی تھی، کیا شرع و سنت کے ساتھ شیفتگی کا اس سے بھی بلند مقام کوئی اور ہو سکتا ہے ؟

زخم چوں از تو رسد با ہمہ آزار خوشم　　　　که زآزارِ تو بے زار شود جانِ حسین

ارادت و ارشاد طریقِ بیعت کوئی نوزائیدہ چیز نہیں۔ اخبار و آثار کی روشنی میں عہدِ رسالت ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب القول الجمیل میں بیعت کی مختلف صورتوں کی اس طرح توضیح کی ہے :-

"رسول اللہ صلعم کے دستِ مبارک پر صحابہ بیعت کیا کرتے تھے، کبھی یہ بیعت ہجرت کے لئے ہوتی تھی اور کبھی جہاد کی غرض سے بعض اوقات ارکانِ اسلام کو پابندی سے ادا کرنے کے لئے بیعت لی جاتی تھی اور کبھی میدانِ جنگ میں کفار کے خلاف ثابت قدمی کے ساتھ لڑنے کے لئے بیعت کی صورت میں عہد و قرار ہوتا، اور کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے، بدعات سے محترز رہنے، اور طاعات و عبادات کو زیادہ سے زیادہ شوق و رغبت سے ادا کرنے کے لئے بھی بیعت لی جاتی تھی، الغرض یہ سب معاملات جن کے متعلق آں حضرت نے بیعت لی ان کا تعلق محض خلافت سے نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا تعلق تزکیۂ اخلاق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ جیسے امور سے ہے"

طریقِ تعبیر اور اصطلاحات کے تنوع سے فہم حقیقت میں کسی قسم کی غلطی نہ ہونی چاہیئے۔ اس کو کسی دائرہ میں استاد و شاگرد سے تعبیر کیا جاتا ہے کسی مقام پر یہ نسبت رہبر و رہرو کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے اور کسی جگہ اس کو قائد و پیرو کا نام دیا جاتا ہے۔ نام گو مختلف ہیں، مگر نسبت و تعلق کی جو روح ان سب میں کار فرما ہے، اس کی نوعیت ایک ہی ہے۔ کیا کوئی علم بلا استاد کے، یا کوئی ہنر بلا کسی ہنرمند کے، یا کوئی راہ بلا کسی راہبر کے طے کی جا سکتی اور منزلِ مقصود تک پہنچا جا سکتا ہے ؟ جب ہر دائرۂ عمل میں کسی واقف کار اور شناسا کی ضرورت ہے تو تصوف کے دائرہ میں کیوں اس کی ضرورت لاحق نہ ہو، مرشد و مرید کا بھی بس ایسا ہی تعلق ہے۔ زندگی کے دیگر دوائرِ عمل سے زیادہ معاملہ کی نزاکت اور راہ کی دشواریوں کے سبب، یہاں تو قدم قدم پر رہنما کی ضرورت ناگزیر ہے۔ ایسے ہی ہادی طریق کو اصطلاح میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیر یا مرشد کہا جا سکتا ہے۔

بیعت وارشاد کے معاملہ میں وحدت شیخ پر جو شدت وتاکید کی جاتی ہے وہ زیادہ تر دور انحطاط کی پیداوار ہے۔ اگر کسی شیخ کی صحبت وتعلیم سے خدا رسیدگی اور خاطر خواہ فیض واثر حاصل نہ ہو رہا ہو، تو واجب ہے کہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے مرشد طریق سے وابستگی حاصل کی جائے، کیوں کہ اصل مقصود خدا تک پہنچنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگر یہ طریق عمل اختیار نہ کیا جائے تو معبود ومقصود شیخ نہ کہ خدائے تعالیٰ! شیخ عزیزاں رامیتنیؒ انتخاب شیخ کے معاملہ میں اس طریق عمل کی ہدایت کرتے ہیں:-

با ہر کہ نشینی ونشد جمع دلت — وز تو نرمید صحبت آب وگلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

اس کے علاوہ شیخ کی زندگی میں یا اس کے وصال پر کسی دوسرے شیخ سے بھی نسبت ارادت قایم کی جا سکتی اور دوسرے شیوخ سے استفادہ واستفاضہ کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے واقعات سے اولیاء کے تذکرے بھرے پڑے ہیں۔ اثنائے کسب واکتساب میں یہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں میں گھومتے پھرتے تھے اور ہر آستانہ اور مرکز ارشاد پر حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے، اور جب خود ہدایت وارشاد کے منصب پر فائز ہو جاتے تو کسی ایک مقام کو منتخب کر کے اپنے فیوض وانوار سے ایک جہان کو منور کرتے رہتے تھے۔

مقصود ما ز دیر وحرم جز حبیب نیست — ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد۔

مجدد الف ثانیؒ نے حضورؐ کے وصال کے بعد صحابہ کے خلفائے راشدین کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کرنے کو اس امر کے جواز میں بطور استدلال کے پیش کیا ہے کہ اگر بیعت کوئی ایسی چیز ہوتی جو کسی کے ہاتھ پر ایک مرتبہ کی جانے کے بعد دوسرے کے ہاتھ پر نہ کی جا سکتی تو صحابہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کے ہاتھوں پر کبھی بیعت نہ کرتے ان حضرات کی بیعت محض دنیوی امور کے لئے نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ کسب کمالات باطنی بھی اس کا مقصود تھا۔

اے سرو بتو شادم تشکلت بہ فلاں ماند — اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

© rasailojaraid.com

(باقی)